فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۶۰)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) کا کلام «اَلْحَوَادِثُ لَا أَوَّلَ لَهَا» کی کیا توضیح ہے؟

جواب: کئی اہل علم شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا یہ کلام سمجھنے سے قاصر رہے ہیں، جس وجہ سے انہوں نے آپ رحمہ اللہ پر انگشت نمائی کی۔

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

هِيَ مِنْ مُسْتَشْنَعِ الْمَسَائِلِ الْمَنْسُوبَةِ لِابْنِ تَيْمِيَّةَ .

''یہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے منسوب ان مسائل میں سے ہے، جن کی بنا پر انہیں طنز و تشنیع کا نشانہ بنایا گیا ہے۔''

(فتح الباري : 13/410)

اصل مسئلہ یہ ہے کہ «اَلْحَوَادِثُ لَا أَوَّلَ لَهَا» کہ حوادث کی ابتدا نہیں ہے۔ معترض کہتا ہے کہ حادث وہ ہے، جو عدم سے وجود میں آئے۔ جب کوئی چیز عدم سے وجود میں آئے، تو یہی اس کی ابتدا ہوتی ہے۔ اس بنا پر یہ کہنا کیسے درست ہوگا کہ حوادث کی کوئی ابتدا نہیں ہوتی؟

جبکہ یہاں علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ حوادث سے مراد مخلوق کے حوادث نہیں، بلکہ آپ کی مراد اللہ تعالیٰ کے حوادث ہیں، جنہیں باری تعالیٰ کی فعلی صفات کہتے ہیں، آپ رحمہ اللہ یہ بتانا

چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات فعلیہ کی ابتدا نہیں ہے، وہ ہمیشہ سے ہمیشہ ان صفات سے متصف ہے، اللہ تعالیٰ کا حدث مخلوق کے حدث کی طرح نہیں ہے۔ ہر حدث مخلوق نہیں، البتہ ہر مخلوق حدث ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات فعلیہ کی نوع قدیم ہے اور اس کے آحاد حوادث ہیں۔ یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ اسی اُصول اور ضابطہ کے تحت علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جہمیہ، معتزلہ اور جبریہ کا رد کیا ہے۔ ان کے رد میں امام بخاری رحمہ اللہ نے یہی اُصول استعمال کیا ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ إِلَّا اسْتَمَعُوهُ وَهُمْ يَلْعَبُونَ﴾ (الأنبياء : ٢)

''ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے جو بھی نیا ذکر آیا، انہوں نے اسے بادل ناخواستہ سنا اور ہنستے کھیلتے رہے (یعنی اس کی پرواہ نہیں کی)۔''

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ أَمْرًا﴾(الطّلاق : ١)

''شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی نیا حکم نازل فرمادے۔''

❁ نیز فرمان الٰہی ہے:

﴿كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ﴾(الرّحمٰن : ٢٩)

''اللہ تعالیٰ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں ہے۔''

❁ ان آیات کے بعد امام بخاری رحمہ اللہ نے فرماتے ہیں:

إِنَّ حَدَثَهُ لَا يُشْبِهُ حَدَثَ الْمَخْلُوقِينَ .

''اللہ تعالیٰ کا حدث، مخلوق کے حدث جیسا نہیں ہے۔''

(صحيح البخاري، قبل الحديث: 7522)

اللہ تعالیٰ کے لیے ''حدث'' ثابت ہے اور مخلوق کے لیے بھی ثابت ہے۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ جو قرآن میں ''محدث'' کا لفظ آیا ہے، وہ مخلوق ہے، لہٰذا قرآن بھی مخلوق ہے۔ تو امام بخاری رحمہ اللہ مذکورہ بالا آیات سے معتزلہ کا رد کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ کے حدث سے اس کا فعل مراد ہے، اللہ کا فعل مخلوق کے حدث (فعل) کے مشابہ نہیں ہے، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ (الشوریٰ: ۱۱)

''اللہ تعالیٰ جیسی کوئی شے نہیں۔''

جس طرح باقی صفات باری تعالیٰ میں مخلوق سے مشابہت نہیں، مثلاً صفت نزول، صفت سمع اور صفت بصر وغیرہ، اسی طرح خالق کا حدث (فعل) بھی مخلوق کے حدث کے مشابہ نہیں۔ اس لیے کہ مخلوق کا جو ''حدث'' ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، مگر اللہ تعالیٰ کا حدث (فعل) مخلوق نہیں، بلکہ اس کی فعلی صفت ہے۔ تو حوادث سے مراد اللہ تعالیٰ کی صفات فعلیہ ہیں، جب ان کے لیے «اَلْحَوَادِثُ لَا أَوَّلَ لَهَا» کہیں گے، تو مراد یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اپنے افعال میں دائمی اور ازلی فاعل ہے۔

جیسا کہ صفت کلام ہے۔ صفت کلام کے بارے اہل علم فرماتے ہیں کہ صفت کلام ایک اعتبار سے ذاتی ہے اور دوسرے اعتبار سے فعلی ہے، ایک اعتبار سے ازلی اور قدیم ہے اور دوسرے اعتبار سے حادث بھی ہے۔ یعنی اللہ کی صفات فعلیہ کی نوع قدیم ہے اور اس کے آحاد حوادث ہیں۔ اس لیے ہر مخلوق حادث ہے، لیکن ہر حادث مخلوق نہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ بھی یہی بتانا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات فعلیہ دائمی

ہیں، وہ ازل سے ان کے ساتھ متصف ہے اور ان کی ابتدا نہیں ہے، ابن تیمیہ رحمہ اللہ مخلوق کے حوادث کی بات نہیں کر رہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفات فعلیہ کو حوادث کہہ رہے ہیں کہ جن کی ابتدا نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور اس کی تمام صفات بھی ہمیشہ سے ہیں۔

سوال: لڑکی سے زنا کیا، کیا اس لڑکی کی ماں سے نکاح ہوسکتا ہے؟

جواب: جس لڑکی سے زنا کیا، اس کی ماں سے نکاح ہوسکتا ہے، کیونکہ زنا سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی، کوئی حرام کام حلال کو حرام نہیں کرتا۔

امام قوام السنہ اصبہانی رحمہ اللہ (۵۳۵ھ) فرماتے ہیں:

لَا تَحْرُمُ بِالزِّنَا أُمُّهَا وَابْنَتُهَا، وَلَا تَحْرُمُ هِيَ عَلٰى أَبِيهِ، وَلَا عَلَى ابْنِهٖ .

''زنا سے زانیہ کی ماں اور بیٹی حرام نہیں ہوتی، نہ ہی زانیہ خود زانی کے باپ اور بیٹے پر حرام ہوتی ہے۔''

(شرح صحيح البخاري : 35/5)

نیز فرماتے ہیں:

إِنْ لَاطَ بِغُلَامٍ لَمْ تَحْرُمْ عَلَيْهِ أُمُّهٗ وَلَا بِنْتُهٗ .

''اگر کوئی شخص کسی لڑکے سے لواطت کرے، تو اس لڑکے کی ماں اور بیٹی اس پر حرام نہیں ہوگی۔''

(شرح صحيح البخاري : 35/5)

سوال: دوسری رکعت کے لیے اٹھنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَأَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾(البقرة : ٤٣)

''نماز قائم کرو۔''

یہ ایک اجمالی حکم ہے۔اس کی تفصیل کیا ہے؟ نماز کس طرح قائم ہوگی؟ اس اجمال کی تفصیل نبی اکرم ﷺ کے اس فرمانِ گرامی میں موجود ہے:

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي .

''میرے طریقہ کے مطابق نماز پڑھیں۔''

(صحيح البخاري :631)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ (751ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ لَا يُعْبَدُ إِلَّا بِمَا شَرَعَهٗ عَلٰى أَلْسِنَةِ رُسُلِهٖ، فَإِنَّ الْعِبَادَةَ حَقُّهٗ عَلٰى عِبَادِهٖ، وَحَقُّهُ الَّذِي أَحَقَّهٗ هُوَ، وَرَضِيَ بِهٖ، وَشَرَعَهٗ .

''اللہ تعالیٰ کی عبادت کا صرف وہی طریقہ ہے، جو اس نے اپنے رسولوں کی زبانی بیان کر دیا۔عبادت بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور اس کا حق وہی ہو سکتا ہے، جو اس نے خود مقرر کیا ہو، اس پر وہ راضی بھی ہو اور اس کا طریقہ بھی اس نے خود بیان کیا ہو۔''

(إعلام الموقّعين :344/1)

معلوم ہوا کہ عبادت کی قبولیت تب ہوگی، جب اسے سنت طریقے سے ادا کیا جائے۔ سنت کا علم صرف ''صحیح'' حدیث کے ذریعے ہوتا ہے۔ جہالت اور عناد کی بنا پر ''صحیح'' احادیث کو چھوڑ کر ''ضعیف'' روایات کے ذریعے عبادات کے طریقے مقرر کرنا جائز نہیں۔ چونکہ نماز بھی ایک عبادت، بلکہ ایسا ستون ہے، جس پر اسلام کی پوری عمارت کھڑی ہوتی

ہے،لہٰذااس کی ادائیگی میں بھی سنت طریقے کوملحوظ رکھنا انتہائی ضروری ہے۔

جلسہ استراحت اور تشہد کے بعد کیسے اٹھیں؟

نماز کی پہلی اور تیسری رکعت میں دونوں سجدوں کے بعد اگلی رکعت کے لیے اٹھنے سے پہلے تھوڑی دیر کے لیے اطمینان سے بیٹھنا جلسۂ استراحت کہلاتا ہے۔اس جلسہ کے بعد اور درمیانے تشہد کے بعد اگلی رکعت کے لیے اٹھنا ہوتا ہے۔

❁ ایوب سختیانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ : جَاءَ نَا مَالِكُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ، فَصَلّٰى بِنَا فِي مَسْجِدِنَا هٰذَا، فَقَالَ : إِنِّي لَأُصَلِّي بِكُمْ، وَمَا أُرِيدُ الصَّلَاةَ، وَلٰكِنْ أُرِيدُ أَنْ أُرِيكُمْ كَيْفَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي، قَالَ أَيُّوبُ : فَقُلْتُ لِأَبِي قِلَابَةَ : وَكَيْفَ كَانَتْ صَلَاتُهٗ؟ قَالَ : مِثْلَ صَلَاةِ شَيْخِنَا هٰذَا ـيَعْنِي عَمْرَو بْنَ سَلِمَةَـ قَالَ أَيُّوبُ : وَكَانَ ذٰلِكَ الشَّيْخُ يُتِمُّ التَّكْبِيرَ، وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ عَنِ السَّجْدَةِ الثَّانِيَةِ جَلَسَ وَاعْتَمَدَ عَلَى الْأَرْضِ، ثُمَّ قَامَ .

’’ابو قلابہ رحمہ اللہ (تابعی) نے بتایا:ہمارے پاس سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ تشریف لائے، ہماری مسجد میں ہمیں نماز پڑھائی اور فرمانے لگے: میں آپ کے سامنے نماز پڑھنے لگا ہوں، حالانکہ نماز پڑھنا میرا مقصد نہیں۔دراصل میں چاہتا ہوں کہ آپ کو یہ بتاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے نماز پڑھا کرتے تھے۔میں نے ابو قلابہ رحمہ اللہ سے پوچھا کہ سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی نماز کیسی تھی؟

انہوں نے بتایا: ہمارے شیخ عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ کی طرح۔ عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ تکبیر کہتے، جب دوسرے سجدے سے سر اٹھاتے، تو بیٹھ جاتے اور زمین پر ٹک جاتے، پھر کھڑے ہوتے۔'' (صحيح البخاري : 824)

۞ امام محمد بن ادریس، شافعی رحمہ اللہ (204ھ) فرماتے ہیں:

بِهٰذَا نَأْخُذُ، فَنَأْمُرُ مَنْ قَامَ مِنْ سُجُودٍ، أَوْ جُلُوسٍ فِي الصَّلَاةِ أَنْ يَّعْتَمِدَ عَلَى الْأَرْضِ بِيَدَيْهِ مَعًا، اتِّبَاعًا لِّلسُّنَّةِ، فَإِنَّ ذٰلِكَ أَشْبَهُ لِلتَّوَاضُعِ، وَأَعْوَنُ لِلْمُصَلِّي عَلَى الصَّلَاةِ، وَأَحْرٰى أَنْ لَّا يَنْقَلِبَ، وَلَا يَكَادُ يَنْقَلِبُ، وَأَيُّ قِيَامٍ قَامَهٗ سِوٰى هٰذَا كَرِهْتُهٗ لَهٗ .

''ہم اسی حدیث کے مطابق فتویٰ دیتے ہیں اور جو شخص نماز میں سجدے یا تشہد سے (اگلی رکعت کے لیے) اٹھے، اسے حکم دیتے ہیں کہ سنت پر عمل کرتے ہوئے وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیکے۔ یہ عمل عاجزی کے قریب تر ہے، نمازی کے لیے مفید بھی ہے اور گرنے سے بچنے کا ذریعہ بھی ہے۔ اس کے علاوہ اٹھنے کی کوئی بھی صورت میرے نزدیک مکروہ ہے۔''

(كتاب الأمّ : 101/1)

۞ سید الفقہاء، امام بخاری رحمہ اللہ (256ھ) نے یوں باب قائم کیا ہے:

بَابٌ ؛ كَيْفَ يَعْتَمِدُ عَلَى الْأَرْضِ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَةِ .

''اس بات کا بیان کہ نمازی (پہلی اور تیسری) رکعت سے اٹھتے ہوئے زمین کا سہارا کیسے لے گا۔''

۞ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (852ھ) لکھتے ہیں:

الْغَرَضُ مِنْهُ هُنَا ذِكْرُ الِاعْتِمَادِ عَلَى الْأَرْضِ عِنْدَ الْقِيَامِ مِنَ السُّجُودِ أَوِ الْجُلُوسِ .

''امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد یہ ہے کہ سجدے اور تشہد سے اٹھتے ہوئے ہاتھوں کو زمین پر ٹیکنا چاہیے۔''

(فتح الباري : 303/2)

❁ ازرق بن قیس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَنْهَضُ فِي الصَّلَاةِ، وَيَعْتَمِدُ عَلٰى يَدَيْهِ .

''میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو نماز میں اٹھتے اور اپنے دونوں ہاتھوں کا سہارا لیتے ہوئے دیکھا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :394/1، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ خالد حذاء رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ أَبَا قِلَابَةَ وَالْحَسَنَ يَعْتَمِدَانِ عَلٰى أَيْدِيَهُمَا فِي الصَّلَاةِ .

''میں نے ابوقلابہ اور حسن بصری رحمہما اللہ کو دیکھا کہ وہ نماز میں (اگلی رکعت کے لیے اٹھتے وقت) اپنے دونوں ہاتھوں کا سہارا لیتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :395/1، وسندهٗ صحيحٌ إن صحّ سماع عبادة بن العوّام من خالد)

گھٹنوں کے بل اٹھنا؟:

بعض کہتے ہیں کہ نماز میں دوسجدوں اور تشہد کے بعد اگلی رکعت کے لیے گھٹنوں کے بل اٹھنا چاہیے۔ان کے دلائل ملاحظہ ہوں؛

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَّعْتَمِدَ الرَّجُلُ عَلٰى يَدَيْهِ إِذَا نَهَضَ فِي الصَّلَاةِ.

''رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ کوئی نماز میں اٹھتے وقت اپنے ہاتھوں کا سہارا لے۔'' (مسند الإمام أحمد: 147/2، سنن أبي داوٗد: 992)

یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ ''شاذ'' ہے۔ امام عبد الرزاق رحمہ اللہ سے بیان کرنے میں محمد بن عبد الملک غزال کو غلطی لگی ہے۔ اس نے کئی ثقہ واثق راویوں کی مخالفت میں یہ الفاظ بیان کیے ہیں۔

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هٰذَا خَطَأٌ لِّمُخَالَفَتِهٖ سَائِرَ الرُّوَاةِ، وَكَيْفَ يَكُونُ صَحِيحًا؟

''یہ غلطی ہے، کیونکہ اس بیان میں محمد بن عبد الملک نے باقی تمام راویوں کی مخالفت کی ہے۔ یہ صحیح کیسے ہوسکتی ہے؟''

(معرفة السّنن والآثار: 43/3)

❀ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ''ضعیف'' اور ''شاذ'' قرار دیا ہے۔

(المَجموع: 445/3)

اس پر شواہد موجود ہیں کہ اس بیان میں محمد بن عبد الملک غزال کو وہم ہوا ہے، ملاحظہ فرمائیں؛

① امام عبد الرزاق رحمہ اللہ سے امام احمد بن حنبل، احمد بن محمد بن شبویہ، محمد بن رافع، محمد بن سہل عسکر، حسن بن مہدی اور احمد بن یوسف سلمی نے یہ روایت ان الفاظ میں بیان کی ہے:

نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَ الرَّجُلُ فِي الصَّلَاةِ

أَنْ يَّعْتَمِدَ عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى .

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ کوئی نماز میں بیٹھے ہوئے بائیں ہاتھ پر ٹیک لگائے۔''

② سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک حدیث یوں بیان کی ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى رَجُلًا، وَهُوَ جَالِسٌ، مُعْتَمِدًا عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى فِي الصَّلَاةِ، وَقَالَ : إِنَّهَا صَلَاةُ الْيَهُودِ .

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو نماز میں بائیں ہاتھ پر ٹیک لگا کر بیٹھنے سے منع کیا اور فرمایا: یہ تو یہود کی نماز ہے۔''

(المستدرك للحاكم :272/1، السنن الكبرٰى للبيهقي : 136/2، وسندهٗ صحيحٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح'' قرار دیا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

③ نافع مولیٰ ابن عمر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

رَاٰى عَبْدُ اللّٰهِ رَجُلًا يُّصَلِّي، سَاقِطًا عَلٰى رُكْبَتَيْهِ، مُتَّكِئًا عَلٰى يَدِهِ الْيُسْرٰى، فَقَالَ : لَا تُصَلِّ هٰكَذَا، إِنَّمَا يَجْلِسُ هٰكَذَا الَّذِينَ يُعَذَّبُونَ .

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ نماز میں اپنے گھٹنوں کے بل گرا ہوا تھا اور اس نے اپنے بائیں ہاتھ پر ٹیک لگائی ہوئی تھی۔ تو انھوں نے اس سے فرمایا: ایسے نماز مت پڑھو۔ اس طرح تو وہ لوگ بیٹھتے ہیں، جن کو سزا دی جا رہی ہو۔''

(السّنن الكبرٰى للبيهقي : 136/2، وسندهٗ حسنٌ)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ان بیانات سے بھی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ محمد بن عبد الملک نے مذکورہ روایت بیان کرتے ہوئے غلطی کی ہے، لہٰذا ثقہ واوثق راویوں کی بیان کردہ صحیح حدیث ہی قابل عمل ہے، نہ کہ ایک راوی کا وہم۔

❀ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ وَضَعَ رُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ، وَإِذَا نَهَضَ رَفَعَ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ.

''میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔آپ جب سجدہ کرتے، تو اپنے گھٹنوں کو ہاتھوں سے پہلے زمین پر رکھتے اور جب اٹھتے، تو ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے اٹھاتے تھے۔''

(سنن أبي داوٗد : 828، سنن النسائي : 1090، سنن الترمذي : 268، وصحّحهٗ، سنن ابن ماجه : 883، وصحّحه ابن خزيمة : 629، وابن حبّان : 1909)

سند ''ضعیف'' ہے، شریک بن عبداللہ قاضی ''مدلس'' ہیں، سماع کی صراحت نہیں کی۔

❀ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(السنن الکبریٰ : 100/2)

❀ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے:

إِذَا نَهَضَ؛ نَهَضَ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَاعْتَمَدَ عَلٰى فَخِذَيْهِ.

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اٹھتے، تو گھٹنوں کے بل اٹھتے اور اپنی رانوں کا سہارا لیتے تھے۔''

(سنن أبي داوٗد : 736، 839)

سند انقطاع کی وجہ سے ''ضعیف'' ہے۔عبد الجبار بن وائل نے اپنے والد سے سماع نہیں کیا۔

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حَدِيثٌ ضَعِيفٌ، لِأَنَّ عَبْدَ الْجَبَّارِ بْنَ وَائِلٍ؛ اتَّفَقَ الْحُفَّاظُ عَلٰى أَنَّهٗ لَمْ يَسْمَعْ مِنْ أَبِيهِ شَيْئًا، وَلَمْ يُدْرِكْهُ .

''یہ حدیث ضعیف ہے، کیونکہ محدثین کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عبد الجبار بن وائل نے اپنے والد سے کوئی بھی حدیث نہیں سنی، نہ ہی اس کی اپنے والد سے(سن شعور میں) ملاقات ہے۔''

(المَجموع : 446/3)

❁ اس کی ایک متابعت بھی موجود ہے۔

(سنن أبي داوٗد : 839، مراسیل أبي داوٗد : 42)

مگر وہ سند بھی ''ضعیف'' ہے:

① کلیب بن شہاب تابعی براہ راست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کررہے ہیں، لہٰذا یہ ''مرسل'' ہے اور ''مرسل'' روایت ''ضعیف'' ہی کی ایک قسم ہے۔

② شقیق ،ابولیث ''مجہول'' ہے۔

اسے امام طحاوی (شرح معانی الآثار :255/1)، حافظ ذہبی (میزان الاعتدال : 279/2)اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (تقریب التہذیب:2819) نے ''مجہول'' قرار دیا ہے۔ لہٰذا اس متابعت کا کوئی اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

إِنَّ مِنَ السُّنَّةِ فِي الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ؛ إِذَا نَهَضَ الرَّجُلُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ، أَنْ لَّا يَعْتَمِدَ بِيَدَيْهِ عَلَى الْأَرْضِ، إِلَّا أَنْ يَّكُونَ شَيْخًا كَبِيرًا لَّا يَسْتَطِيعُ .

''یہ سنت طریقہ ہے کہ فرض نماز میں جب آدمی پہلی دو رکعتوں کے بعد اٹھے، تو زمین پر ہاتھ نہ ٹیکے۔ سوائے اس صورت کے کہ وہ بوڑھا ہو اور اس طرح اٹھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :1/394، 395)

سند ''ضعیف'' ہے، عبدالرحمٰن بن اسحاق کوفی جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

۞ حافظ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ ضَعِيفٌ بِالِاتِّفَاقِ .

''یہ بالاتفاق ضعیف ہے۔''

(شرح صحیح مسلم :1/173)

۞ ابراہیم بن یزید نخعی رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يَكْرَهُ ذٰلِكَ إِلَّا أَنْ يَّكُونَ شَيْخًا كَبِيرًا أَوْ مَرِيضًا .

''آپ رحمہ اللہ بوڑھے یا مریض کے علاوہ (ہر ایک کے لیے) ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر اٹھنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :1/395)

سند ''ضعیف'' ہے، ہشیم بن بشیر واسطی ''مدلس'' ہیں سماع کی تصریح نہیں کی۔ بشرط صحت یہ اثر صحیح حدیث اور آثار سلف کے خلاف ہے، لہٰذا اس پر عمل نہیں ہوسکتا۔

حاصل کلام:

رسول اللہ ﷺ نماز میں جلسہ استراحت یا تشہد کے بعد اگلی رکعت کے لیے اٹھتے وقت دونوں ہاتھوں کا سہارا لے کر اٹھتے تھے۔ صحابیٔ رسول سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی آپ ﷺ کی پیروی میں یہی طریقہ اختیار کرتے تھے۔ پھر سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے بھی اسے نبوی طریقہ قرار دیا ہے۔ تابعین کرام نے ان سے یہ سنت سیکھ کر آگے منتقل کی۔ سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کے شاگرد ابوقلابہ رحمہ اللہ بھی اسی سنت کے قائل و فاعل تھے۔ ائمہ حدیث نے سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے یہی سمجھا، سمجھایا ہے اور اسی کو اختیار کیا ہے۔

سوال: نماز عشاء سے پہلے سونا کیسا ہے؟

جواب: نماز عشاء سے پہلے سونا مکروہ ہے، اگر نماز عشاء کے لیے اٹھنے کا اہتمام کر لیا جائے، تو نماز عشاء سے پہلے سونے میں حرج نہیں، البتہ نماز عشاء کی پرواہ کیے بغیر سو جانا اور جماعت ترک کر دینا ناجائز ہے۔ بہرصورت نماز عشاء سے پہلے سونے سے اجتناب کرنا چاہیے، کیونکہ اگر وہ عشاء کی جماعت کے لیے اُٹھ بھی جائے، تو بھی ہشاش بشاش ہو کر عشاء نہیں پڑھ سکتا، بلکہ اس پر سستی طاری رہے گی، اس لیے بہتر یہی ہے کہ نماز عشاء کے بعد سوئے، پہلے سونے سے گریزاں رہے۔

❀ سیدنا ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعِشَاءِ وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا.

''رسول اللہ ﷺ نماز عشاء سے پہلے سونا اور اس کے بعد باتیں کرنا ناپسند

کرتے تھے۔''

(صحيح البخاري : 568، صحيح مسلم : 647)

❁ اسلم مولیٰ عمر بن خطاب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَتَبَ عُمَرُ؛ أَنْ لَا يَنَامَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَهَا، فَمَنْ نَامَ فَلَا نَامَتْ عَيْنَاهُ.

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (عاملین کو) خط لکھا کہ نماز عشاء سے پہلے کوئی نہ سوئے، جس نے سونا چاہا، (اللہ کرے) اس کی آنکھیں نہ سو سکیں۔''

(مؤطأ الإمام مالك :6/1، مصنّف ابن أبي شيبة : 334/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ابراہیم بن یزید نخعی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

كَانُوا يَكْرَهُونَ النَّوْمَ قَبْلَهَا، وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا.

''صحابہ و تابعین عشاء سے پہلے سونے اور اس کے بعد (غیر ضروری) باتیں کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔''

(مصنف ابن أبي شيبة : 7187، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

قُلْتُ لَهٗ : أَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَنَامُ عَنْهَا؟، يَعْنِي الْعِشَاءَ، قَالَ : قَدْ كَانَ يَنَامُ وَيُوَكِّلُ مَنْ يُوقِظُهٗ.

''میں نے نافع رحمہ اللہ سے پوچھا: کیا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز عشاء سے پہلے سوتے تھے؟ فرمایا: کبھی کبھار عشاء سے پہلے سو جاتے اور کسی کے ذمہ لگا دیتے کہ وہ انہیں (نماز عشاء کے لیے) جگا دے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 7195، وسندهٔ صحيحٌ)

نماز عشاء سے پہلے سونا جائز ہے، بشرطیکہ کوئی جماعت کے لیے جگانے والا ہو، ورنہ ناجائز ہے، کیونکہ نماز عشاء کو با جماعت ادا کرنا واجب ہے۔

سوال: نماز عشاء کے بعد گپ شپ لگانا کیسا ہے؟

جواب: نماز عشاء کے بعد دیر تک گپ شپ لگانا ناپسندیدہ ہے، کیونکہ جو رات گئے تک گفتگو میں مصروف رہے گا، اس کا نماز فجر کے وقت جاگنا مشکل ہوگا، جاگ جائے، تو اس پر نیند کا غلبہ ہوگا، اس لیے بہتر یہی ہے کہ عشاء کے بعد جلدی سو جائے اور صبح جلد بیدار ہو۔

❁ سیدنا ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْرَهُ النَّوْمَ قَبْلَ الْعِشَاءِ وَالْحَدِيثَ بَعْدَهَا .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء سے پہلے سونا اور اس کے بعد باتیں کرنا ناپسند کرتے تھے۔''

(صحيح البخاري : 568، صحيح مسلم : 647)

❁ سلمان بن ربیعہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا:

يَا سَلْمَانُ، إِنِّي أَذُمُّ لَكَ الْحَدِيثَ بَعْدَ صَلَاةِ الْعَتَمَةِ .

''سلمان! مجھے ناپسند ہے کہ آپ نماز عشاء کے بعد گپ شپ لگائیں۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 6679، وسندهٔ حسنٌ)

اگر گفتگو خیر و بھلائی اور علم وفقہ پر مشتمل ہو، تو نماز عشاء کے بعد بھی جاری رکھی جا سکتی ہے، کئی احادیث کا عموم اس پر شاہد ہے۔

❁ عکرمہ مولیٰ ابن عباس رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

سَمَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ عِنْدَ مُعَاوِيَةَ حَتّٰى ذَهَبَ هَزِيعٌ مِنَ اللَّيْلِ .

''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں رات کو گفت وشنید کرتے رہے، یہاں تک کہ رات کا چوتھائی حصہ گزر گیا۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 6696، وسندہٗ صحیحٌ)

❁ عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کے بارے میں ہے:

إِنَّهٗ كَانَ يَسْمُرُ بَعْدَ الْعِشَاءِ حَتّٰى تَقُولَ عَائِشَةُ : قَدْ أَصْبَحْتُمْ .

''آپ رحمہ اللہ عشاء کے بعد گفتگو کرتے رہتے، یہاں تک کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتیں: صبح ہو چکی ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 6695، وسندہٗ صحیحٌ)

(سوال): صحابہ کرام میں سب سے زیادہ علم والے کون ہیں؟

(جواب): صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ علم والے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

❁ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

كَانَ أَبُو بَكْرٍ أَعْلَمَنَا .

''سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم (صحابہ) میں سب سے زیادہ علم والے تھے۔''

(صحيح البخاري : 466، صحيح مسلم : 2382)

❁ امام قوام السنہ اصبہانی رحمہ اللہ (۵۳۵ھ) فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلَالَةٌ عَلٰى أَنَّهٗ أَعْلَمُ الصَّحَابَةِ لِأَنَّ أَبَا سَعِيدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ شَهِدَ لَهٗ بِذٰلِكَ بِحَضْرَةِ جَمَاعَتِهِمْ، وَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيْهِ أَحَدٌ .

''یہ حدیث دلیل ہے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ صحابہ میں سب سے زیادہ علم والے تھے، کیونکہ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے یہ بات صحابہ کی ایک جماعت کی موجودگی میں فرمائی ہے اور کسی نے ان کی اس بات کی تردید نہیں کی۔''

(شرح صحيح البخاري : 416/2)

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) نقل کرتے ہیں:

إِجْمَاعُ عُلَمَاءِ السُّنَّةِ عَلٰى أَنَّ أَبَا بَكْرٍ أَعْلَمُ مِنْ عَلِيٍّ، وَمَا عَلِمْتُ أَحَدًا مِّنَ الْأَئِمَّةِ الْمَشْهُورِينَ يُنَازِعُ فِي ذٰلِكَ .

''علمائے اہل سنت کا اجماع ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ علم والے ہیں اور میں (ابن تیمیہ رضی اللہ عنہ) نہیں جانتا کہ کسی مشہور امام نے اس بارے میں کوئی اختلاف کیا ہو۔''

(الفتاوی الکبریٰ : 430/4، مجموع الفتاویٰ : 399/4، منهاج السّنة : 502/7)

سوال: شوہر کتنا وقت اپنی بیوی سے دور رہ سکتا ہے؟

جواب: شریعت نے اس بارے میں کوئی مدت مقرر نہیں کی، یہ شوہر اور بیوی کی رضامندی پر منحصر ہے، دونوں جتنا وقت بغیر ملے گزارنا چاہیں، گزار سکتے ہیں۔ اس بارے میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے جو چار یا چھ مہینے کی مدت منقول ہے، ثابت نہیں، اس کی تمام سندیں ضعیف و غیر ثابت ہیں۔

سوال: کیا سوموار کے دن فوت ہونا باعث فضیلت ہے؟

جواب: سوموار کے دن فوت ہونے میں کوئی فضیلت نہیں، الا یہ کہ اس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تھی، تو سوموار کے دن فوت ہونے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے

موافقت ہو جائے گی،مگراس موافقت سے کسی کے اچھے برے ہونے کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا، کیونکہ سوموار کو کفار اور بے دین لوگ بھی فوت ہوتے ہیں۔

البتہ ایسا شخص جو ساری زندگی نبی کریم ﷺ کی موافقت اور اتباع میں گزار دے، ہر چھوٹے بڑے معاملہ میں نبی کریم ﷺ کا انداز اپنائے اور خواہش کرے کہ مجھے بھی موت اسی طرح آئے، جس طرح رسول اللہ ﷺ کو آئی، تو ایسا شخص اگر سوموار کے دن فوت ہو جائے، تو اس کے حق میں یہ باعث فضیلت ہوسکتا ہے، واللہ اعلم!

سوال: کیا ریاض الجنہ میں نماز پڑھنا باعث فضیلت ہے؟

جواب: یقیناً ریاض الجنہ میں نماز پڑھنا باعث فضیلت ہے۔ پوری مسجد نبوی میں نماز پڑھنا باعث فضیلت ہے، مگر ریاض الجنہ، جو منبر اور قبر رسول ﷺ کا درمیانی ٹکڑا ہے، میں نماز پڑھنا زیادہ باعث فضیلت ہے، کیونکہ یہ جنت کا ٹکڑا ہے۔

❁ عبداللہ بن زید مازنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ .

''میرے گھر اور منبر کا درمیانی حصہ جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے۔''

(صحيح البخاري : 1195 ، صحيح مسلم : 1390)

سوال: کیا دوران نماز تھوک پھینک سکتا ہے؟

جواب: دوران نماز اگر تھوک یا بلغم آ جائے، تو اسے بائیں طرف پھینک دے، مسجد میں ایسا نہ کرے، بلکہ رومال، کپڑے یا ٹشو وغیرہ میں تھوک دے۔

سوال: دوران نماز اونچی سانس لینا کیسا ہے؟

جواب: جائز ہے، اس سے نماز میں کچھ خلل نہیں آتا۔

سوال: کیا نماز میں سلام کا جواب بول کر دیا جا سکتا ہے؟

جواب: اہل علم کا اجماع ہے کہ نماز میں سلام کا جواب بول کر نہیں دیا جا سکتا، اس سے نماز ٹوٹ جائے گی۔ البتہ سر، ہاتھ یا انگلی کے اشارے سے سلام کا جواب دیا جائے گا۔

❀ امام قوام السنہ اصبہانی رحمہ اللہ (۵۳۵ھ) فرماتے ہیں:

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ أَنَّ الْمُصَلِّي لَا يَرُدُّ السَّلَامَ مُتَكَلِّمًا ....

''اہل علم کا اجماع ہے کہ نمازی سلام کا جواب بول کر نہیں دے گا......۔''

(شرح صحيح البخاري : 198/3)

نمازی سلام کا جواب اشارے سے دے گا، اشارہ سے نماز نہیں ٹوٹتی۔

❀ نیز فرماتے ہیں:

قَدْ ثَبَتَتِ الْإِشَارَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ فِي آثَارٍ كَثِيرَةٍ .

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی احادیث ثابت ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں اشارہ کیا۔''

(شرح صحيح البخاري : 199/3)